جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شان میں گستاخی۔

سلفی مولوی بن عثیمین کا **جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا** کی شان میں گستاخی۔

وہابی عالم {بن عثیمین }خلفاء کے ساتھ نزاع کے مسئلے میں حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوا ہے ۔

حضرت صدیقہ شہیدہ سلام اللہ علیہا کی شہادت، راتوں رات ان کا دفن ہونا اور ابوبکر اور عمر پر ان کی ناراضگی کا مسئلہ، مکتب اہل بیت علیہم السلام کی حقانیت کی دلیل ہونے کے ساتھ ساتھ یہی مسئلہ سقیفہ بنی‌ساعدہ اور خلفاء کے مکتب پر مہر بطلان بھی ہے۔

صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ناراضگی رسول اللہ صل اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ناراضگی ہے اور رسول اللہ صل اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ناراضگی سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ دوسری طرف اسی «صحیح بخاری» میں آیا ہے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ان دونوں پر ناراض ہوئیں اور آخری عمر تک ناراض رہیں۔

اسی لئے ہمیشہ سقیفے کے پیروکار خاص کر وہابی اور ابن تیمیہ کے ہم فکر لوگوں نے اس منطقی نتیجہ گیری{منطقی اعتبار سے کبری صغری اور نتیجہ} کا جواب دینے اور اس نتیجے کو قبول کرنے کے بجائے اس سے فرار کرنے کی کوشش کی ہیں۔ کیونکہ یہ دونوں مقدمے{ الف:جناب فاطمہ(ع) کی ناراضگی سے رسول اللہ (ع) اور اللہ تعالیٰ کا ناراض ہونا۔ ب: جناب فاطمہ (ع) کا جناب ابوبکر اور عمر پر ناراض ہونے کا تذکرہ}ان کی صحیح ترین کتابوں میں ہے۔ لہذا یہ لوگ اس سلسلے میں سرگرداں ہیں اور ۱۴صدیوں سے اس کا صحیح جواب دینے سے عاجز ہیں ۔

ان لوگوں کو اس چیز کا علم بھی ہے کہ اگر اس مسئلے میں ذرا بھی غور کیا جائے تو وہ لو گ ایک دوراہے پر ایک سخت مشکل سے دوچار ہوجائیں گے۔ یا انہیں جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا {کہ جو صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق جنت کی عورتوں کی سردار ہیں} کو حق پر ماننا ہوگا۔ یا ابوبکر کو حق پر ماننا ہوگا۔

جیساکہ بہت سے مستبصرین اور مکتب اہل بیت کی طرف ہدایت پانے والوں نے اس چیز کا اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے اسی دوراہے پر پہنچ اسی مسئلہ میں غور و فکر کیا اور وہ اس کے نتیجے میں ہدایت پاگئے ہیں۔

شیخ محمد بن صالح بن محمد العثیمین کہ جو وہابیوں کا ایک مشہور و معروف مفتی ہے اور سعودی عرب کے سابق بادشاہ ملک عبد اللہ سے اس کے خاص تعلقات بھی تھا ، اس نے انتہائی جسارت ، گستاخی اور نہایت ہی بے شرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس مشکل سے اپنے اور اپنے مذہب کے لئے فرار کا راستہ ڈھونڈے کی کوشش کی ہے۔

وہ اس روایت «فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ علی أبی بَكْرٍ فی ذلک قال فَهَجَرَتْهُ فلم تُكَلِّمْهُ حتی تُوُفِّيَتْ» کی تشریح میں یہ دعوی کرتا ہے کہ اس نزاع میں ابوبکر حق پر تھا اور جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا {نعوذ باللہ} کو اپنی عقل کھونے کی وجہ سے، اس نزاع میں یہ پتہ نہیں چل رہی تھیں کہ وہ کام کر رہی ہیں۔

ابن‌عثیمین لکھتا ہے :

نسأل الله أن يعفو عنها. وإلا فأبوبكر ما استند إلي رأي، وإنما استند إلي نص، وكان عليها رضي الله عنها أن تقبل قول النبي صلي الله عليه وسلم «لا نورث ما تركنا صدقه» ولكن كما قلت لكم قبل قليل: عند المخاصمه لا يبقي للإنسان عقل يدرك به ما يقول أو ما يفعل، او ما هو الصواب فيه؛ فنسأ الله أن يعفو عنها، وعن هجره خليفه رسول الله.

ہم اللہ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کو معاف کرے۔ کیونکہ ابوبکر نے اپنی رائے اور نظر کو دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا تھا۔اس نے تو رسول اللہ صل اللہ علیہ و آلہ و سلم کے کلام اور نص کو دلیل کے طور پر پیش کیا تھا، لہذا فاطمہ زہرا کو رسول اللہ صل اللہ علیہ و آلہ و سلم کی اس حدیث{ ہم انبیاء ارث چھوڑ کر نہیں جاتے جو بھی چھوڑ جائے وہ صدقہ ہے} کو قبول کرنی چاہئے تھیں۔ لیکن جیساکہ پہلے ہم نے بیان کیا کہ نزاع اور جھگڑے کے دوران انسان کا عقل کام نہیں کرتی اور اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اسے اس وقت کیا کہنا اور کیا کرنا چاہئے۔اسی لئے ہم اللہ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ ان سے درگزر کرے کیونکہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے رسول اللہ صل اللہ علیہ و آلہ و سلم کے جانشین ابوبکر کی بات نہیں مانیں اور ان پر ناراض ہوگئیں۔

التعلیق علیٰ صحیح مسلم، جلد ۹، صفحہ ۷۸، شرح صحیح مسلم، جلد ۶، صفحہ ۷۴

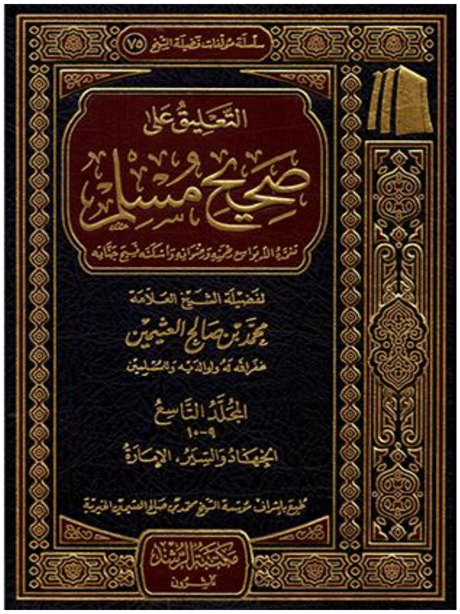

رَسُولِ الله صَلَّ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ رَسُولِ الله صَلَّ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ الله صَلَّ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَدْفَعَ إِلَى فَاطِمَةَ شَيْئًا، فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ فِي ذَلِكَ، قَالَ: فَهَجَرَتْهُ، فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتَّى تُوُفِّيَتْ، وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُولِ الله صَلَّ اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ[1].

[١] اللَّهُمَّ اعفُ عنها، وإلَّا فإن أبا بكر رضي الله عنه ما استند إلى رأي، وإنَّما استند إلى نصٍّ، وكان عليها أن تقبل قول النبي عليه الصَّلاة والسَّلام: «لا نُورَث، ما تَرَكْنا صَدَقَةٌ»، ولكن عند المخاصمة لا يبقى للإنسان عقل يُدْرِك به ما يقول أو ما يفعل أو ما يتصرَّف فيه، فنسأل الله أن يعفو عنها عن هِجْرتها خليفةَ رسول الله صلَّى الله عليه وعلى آله وسلَّم.

فإذا قال قائل: ما الجمع بين فعل فاطمة رضي الله عنها، وقولِ النبي صلَّى الله عليه وسلَّم: «لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ»[1]؟.

فالجواب: لعلها ترى رضي الله عنها أن الهجر لسبب -ولو طال- لا بأس به، كما هَجَر ابن عمر رضي الله عنهما أحد أبنائه لـمَّا حدَّثه أن النبي صلَّى الله عليه وسلَّم قال: «لا تمنعوا إِماء الله مساجد الله»، قال: والله لَنَمْنَعُهُنَّ، فأقبل عليه عبد الله بن عمر، وسبَّه سبًّا شديدًا، وقال: لا أكلِّمك ما حَيِيتُ[2]، فكأنهم يَرَوْن أن الهجر

(١) أخرجه البخاري: كتاب الأدب، باب ما يُنْهى عن التحاسد والتدابر، رقم (٦٠٦٥)، ومسلم: كتاب البر والصلة، باب تحريم التحاسد والتباغض، رقم (٢٥٥٩/ ٢٣) عن أنس رضي الله عنه.
وأخرجه البخاري: كتاب الأدب، باب الهجرة، رقم (٦٠٧٧)، ومسلم: كتاب البر والصلة، باب تحريم الهجر فوق ثلاث، رقم (٢٥٦٠/ ٢٥) عن أبي أيوب رضي الله عنه.
وأخرجه البخاري في الموضع السابق، رقم (٦٠٧٥)، ومسلم في الموضع السابق، رقم (٢٥٦١/ ٢٦) عن ابن عمر رضي الله عنهما.
(٢) تقدم تخريجه (ص: ٢٧).

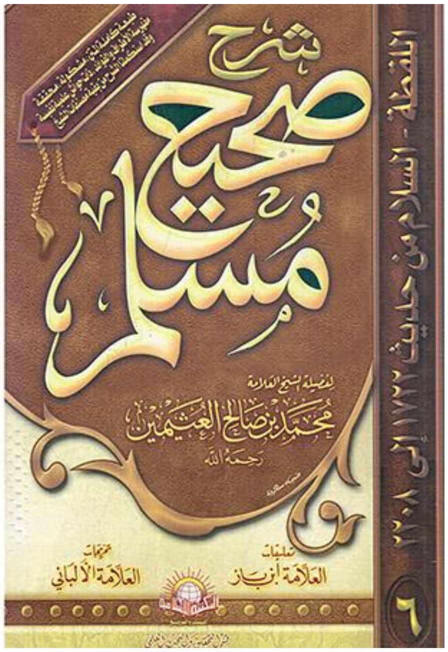

فَإِنِّي لَمْ آلُ فِيهِ عَنِ الْحَقِّ، وَلَمْ أَتْرُكْ أَمْرًا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَصْنَعُهُ فِيهَا إِلَّا صَنَعْتُهُ. فَقَالَ عَلِيٌّ لأَبِي بَكْرٍ: مَوْعِدُكَ الْعَشِيَّةُ لِلْبَيْعَةِ. فَلَمَّا صَلَّى أَبُو بَكْرٍ صَلَاةَ الظُّهْرِ رَقِيَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَتَشَهَّدَ وَذَكَرَ شَأْنَ عَلِيٍّ وَتَخَلُّفَهُ عَنِ الْبَيْعَةِ، وَعُذْرَهُ بِالَّذِي اعْتَذَرَ إِلَيْهِ، ثُمَّ اسْتَغْفَرَ، وَتَشَهَّدَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، فَعَظَّمَ حَقَّ أَبِي بَكْرٍ، وَأَنَّهُ لَمْ يَحْمِلْهُ عَلَى الَّذِي صَنَعَ نَفَاسَةً عَلَى أَبِي بَكْرٍ، وَلَا إِنْكَارًا لِلَّذِي فَضَّلَهُ اللَّهُ بِهِ، وَلَكِنَّا كُنَّا نَرَى لَنَا فِي الأَمْرِ نَصِيبًا، فَاسْتُبِدَّ عَلَيْنَا بِهِ، فَوَجَدْنَا فِي أَنْفُسِنَا، فَسُرَّ بِذَلِكَ الْمُسْلِمُونَ، وَقَالُوا: أَصَبْتَ. فَكَانَ الْمُسْلِمُونَ إِلَى عَلِيٍّ قَرِيبًا حِينَ رَاجَعَ الأَمْرَ الْمَعْرُوفَ.

قوله: «فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَدْفَعَ إِلَى فَاطِمَةَ شَيْئًا، فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ فِي ذَلِكَ قَالَ: فَهَجَرَتْهُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتَّى تُوُفِّيَتْ، وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ سِتَّةَ أَشْهُرٍ». نسأل الله أن يعفو عنها، وإلا فأبو بكر ما استند إلى رأي، وإنما استند إلى نص، وكان عليها أن تقبل قول النبي ﷺ: «لا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ» ولكن كما قلت لكم قبل قليل: عند المخاصمة لا يبقى للإنسان عقل يُدْرِك به ما يقول أو ما يفعل، أو ما هو الصواب فيه؛ فنسأل الله أن يعفو عنها، وعن هجرها خليفة رسول الله ﷺ.

وما فعله عليٌّ أمر عجيب، ولا يمكن أن نُخَطِّئ الصحابة في بيعة أبي بكر، ونُصَوِّب علي بن أبي طالب فيما رآه؛ لأن ما رآه علي مخالف لظاهر ما جاءت به السنة؛ يعني: أنه أحق من أبي بكر وغيره؛ لقرابته من رسول الله ﷺ، وذلك من وجوه:

أولا: أن النبي ﷺ حين استخلف في مرضه في صلاته، إنما خلَّف أبا بكر، وإمامة الصلاة إمامة صغرى؛ ولهذا يجب على المأمومين أن يتابعوا الإمام كما يجب على الرعية أن تطيع الإمام.

ثانيًا: أن النبي ﷺ خلَّفه في قيادة الحجيج في السَّنة التاسعة، ولو كان غيره أولى منه في خلافة الرسول لاستخلفه، ولم يستخلف أبا بكر.

ثالثًا: أنه ﷺ في مرضه قال: «إِنَّ أَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي مَالِي وَصُحْبَتِي أَبُو بَكْرٍ، وَلَا يَبْقَى بَابٌ فِي الْمَسْجِدِ إِلا سُدَّ إِلا بَابَ أَبِي بَكْرٍ». وهذا إشارة إلى أن أبا بكر سيكون هو الخليفة الذي يدخل إلى المسجد من باب بيته.

(١) سبق تخريجه
(٢) أخرجه البخاري (٤٦٦)، ومسلم (٢٣٨٢) من حديث أبي سعيد.

جی ہاں ! ابوبکر کی بات { کہ جو رسول اللہ صل اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف غلط نسبت تھی} کو قبول کرنے کا نتیجہ یہی ہوگا کہ وہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی شان میں توھین اور گستاخی کا مرتکب ہوا ۔

اب اس تاریخی دو راہے پر یا ہمیں ابوبکر کی بات کو قبول کرنا ہوگا اور نعوذ باللہ حضرت فاطمہ سلام علیہا کو حق بات قبول نہ کرنے کی وجہ سے بے عقل اور عذاب الہی کا مستحق جاننا ہوگا۔ یا ہمیں جنت کی عورتوں کی سردار جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا کی باتوں پر ایمان لانا ہوگا اور اس بات کو قبول کرنا ہوگا کہ ابوبکر نے یہ جھوٹی حدیث بنائی تھی یا حدیث تو تھی لیکن حدیث کا یہ معنی نہیں تھا ۔